مولانا محمد شہاب الدین ندوی *

اکیسویں صدی کا جہاد قرآن حکیم کے ذریعہ

آج دنیا میں ہر طرف سماجی اور تہذیبی برائیوں لسانی اور قومی جھگڑے فسادات اور تمدنی وسیاسی فتنوں کا دور دورہ نظر آرہا ہے اور ان ساری خرابیوں اور فتنہ انگیزیوں نے مل کر عالم انسانی کا چین وسکون غارت کر دیا ہے۔ اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اب بڑی طاقتوں کی جہانگیری اور ان کے خطرناک فوجی وسیاسی عزائم نے ساری دنیا کے امن وامان کو ایک سنگین خطرہ پیدا کر دیا ہے اس اعتبار سے آج پورا عالم انسانی بارود کے ایک ڈھیر پر بیٹھا ہوا ہے۔ لہذا اگر ان الحادی فتنوں کو ختم کرنے کی تدبیر نہ کی گئی تو پتہ نہیں کہ یہ دنیا کب بھک سے اڑ جائے۔

جہاد کے بارے میں بعض غلط فہمیاں :

لیکن سوال یہ ہے کہ ان فتنہ انگیزیوں کا مقابلہ کون کرے گا اور کس طرح کرے گا؟ اس وقت دنیا میں ایسا کوئی مذہب یا نظام موجود نہیں ہے جو نظریاتی اور عملی میدانوں میں ان خطرناک رجحانات کا خاتمہ کر کے انسانیت کو امن وامان اور چین وسکون عطا کر سکتا ہو۔ ہاں البتہ اسلام ہی ایک واحد مذہب اور واحد نظام ہے جو ان تمام فتنوں کا استیصال اور معاشرتی و تمدنی ظلم و ستم کا خاتمہ کر کے نوع انسانی کو راحت پہنچا سکتا ہے۔ اور الحاد ولادینیت کی جڑ بنیاد سے اکھاڑ کر خدا پرستی کا احیا کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے اس مقصد کے لئے "جہاد" کی شکل تجویز کی ہے۔ مگر آج خود مسلمان جہاد کی حقیقت واہمیت سے نابلد ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ اسلام میں جہاد کی نوعیت کا مطالعہ کیا جائے تاکہ اس کی صحیح تصویر سامنے آسکے۔ اور جب اس کی اصل تصویر سامنے آئے گی تو ہر شخص اس کی ضرورت واہمیت کا قائل ہو جائے گا اور غلط فہمیوں کے بادل چھٹ جائیں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ جہاد کے بارے میں غیر تو غیر خود اپنوں کے درمیان بھی بہت سے شبہات پائے جاتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے دوری یا لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ بلکہ بہت سے لوگ تو محض جہاد کا نام ہی سن کر اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں اور اسکے نام ہی سے ایک مہیب اور ہبت ناک شکل ذہن میں آتی ہے کیونکہ عمومی طور پر "جہاد" کو تلوار اٹھانے "اور" خون بہانے" کے مترادف تصور کر لیا گیا ہے اور اس سلسلے میں مخالفین اسلام اور خاص کر مستشرقین نے اسلام کی تصویر بگاڑ کی پیش کی ہے اور مشہور کر دیا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا

* ناظم فرقانیہ اکیڈمی بنگلور۔ انڈیا

ہے۔اسی بنا پر آج اسلام کو ایک ”جنگجو“ مذہب قرار دیا جارہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا بے جیاد پروپیگنڈہ اسلامی نظام حیات سے ناواقفیت کا ثبوت ہے۔

اسلام میں جہاد کی حقیقت :

جہاد کی اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ دین کی راہ میں جدو جہد کرنے کا نام ہے۔ چنانچہ لفظ ”جہاد“ کے لغوی معنی ہیں : کسی چیز کی مدافعت میں اپنی وسعت وطاقت صرف کرنا“(معجم الفاظ القرآن)

جہاد کے دو بازو ہیں : اس کا ایک بازو ہے اسلام کی پر امن تبلیغ اور دلیل واستدلال کے ذریعہ اسلامی نظام حیات کی خوبیاں بیان کر کے لوگوں کو دین کی طرف بلانا۔ اور اس کا دوسرا بازو ہے جب اسلامی معاشرے کو اندرونی یا بیرونی ”خطرات “کا سامنا ہو تو دین کی مدافعت کی غرض سے فتنہ و فساد کی روک تھام بذریعہ قوت کرنا تاکہ اس کے نتیجے میں معاشرتی و تمدنی نقطہ نظر سے امن وامان قائم ہو۔ اس لحاظ سے جہاد کے دو مصداق ہوئے : ایک پر امن تبلیغ اور دوسرے فتنہ و فساد کی روک تھام یا ”مدافعانہ جنگ “اور اہل اسلام کو حکم ہے کہ وہ جہاد کی پہلی شکل کو ہر حال میں جاری رکھیں‘ تاکہ دنیا اسلامی نظام حیات کی خوبیوں کا نظارہ کر کے اس کی آغوش میں آسکے یہی اصل جہاد ہے جو مسلمانوں پر فرض قرار دیا گیا ہے۔

اس اعتبار سے جہاد کے اصل و مفہوم میں ہتھیار اٹھانا یا خون بہانا شامل نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت ثانوی یا دوسرے نمبر پر ہے‘ جب کہ اسلام اور اہل اسلام کو خطرہ لاحق ہو جائے اور وہ بیرونی طاقتوں کے نرغے میں آجائیں۔ تب وہ اپنی مدافعت میں ہتھیار اٹھا سکتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں اہل اسلام کو حکم ہے کہ اس حالت میں بھی وہ اپنے دشمن پر زیادتی نہ کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

”تم اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ مگر اس معاملے میں زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا“ (بقرہ : ۱۹۰)

سماجی برائیوں کے خلاف جہاد :

فتنہ و فساد کی دو قسمیں ہیں (۱) سماجی فتنے یا اخلاقی برائیاں اور ایک دوسرے کے حقوق کی پامالی وغیرہ (۲) سیاسی و فوجی خطرات جو بیرونی قوتوں کی ریشہ دوانیوں کے باعث لاحق ہو سکتے ہوں۔ چنانچہ اندرونی و بیرونی دونوں قسم کے فتنوں کا سدباب کر کے اسلامی معاشرے کو مضبوط بنانا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ جو قوم اخلاقی و سماجی برائیوں میں مبتلا ہو جائے وہ بیرونی دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہتی اور جب تک بیرونی قوتوں کا مقابلہ نہ کیا جائے اسلامی معاشرے کا وجود ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔ لہٰذا یہ دو طرفہ جنگ جیتنے کے لئے مسلم قوموں کو اندرونی برائیوں اور جھگڑوں کو بھی مٹا کر معاشرے میں ہر طرح سے امن وامان قائم کرنا ضروری ہے۔

اس لحاظ سے جہاد کا تعلق معاشرتی برائیوں اور باہمی ظلم وجور سے بھی بہت گہرا ہے اسی وجہ سے ایک حدیث میں سماجی برائیوں (منکرات) کو روکنا ہر مسلمان کا ایک قومی و شرعی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ (مسلم) اور جہاں پر اسلامی حکومت قائم ہو اس کے خصوصی فرائض میں "معروف" کی ترویج واشاعت اور "منکرات" کی روک تھام بھی ہے۔ (حج: ۴۱)

جہاد کے مقاصد:

یہ ہے جہاد کی حقیقت و ماہیت۔ اب جہاں تک جہاد کے مقاصد کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں حافظ ابن حجرؒ نے اس کی توجیہہ اس طرح کی ہے: "جہاد دین کی نشر واشاعت اور کفر (کے چراغ) کو گل کر دینے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے" (فتح الباری: ۶ / ۵) علامہ ابن ہمامؒ نے مقصد جہاد کی جو تشریح کی ہے وہ یہ ہے: جہاد دراصل اللہ کی بات کو اونچا کرنے کی غرض سے دنیا سے فتنہ و فساد کو دور کرنا ہے" (فتح القدیر: ۵ / ۱۱۷) اور اس سلسلے میں امام کاسانیؒ تحریر کرتے ہیں کہ جہاد فرض قرار دینے کا مقصد اسلام کی دعوت، دین حق کا غلبہ کافروں کے شر سے بچاؤ اور انہیں مغلوب کرنا ہے (بدائع الصنائع: ۷ / ۹۷)

اس لحاظ سے جہاد کسی قوم یا ملک کے خلاف کوئی "جارحانہ" کاروائی یا بلاوجہ "خون ریزی" کرنا نہیں، بلکہ "معروف" کی اشاعت اور "منکرات" کی روک تھام کر کے مخلوق خدا کو راحت پہنچانا ہے۔ کیونکہ پوری دنیا اللہ کا کنبہ ہے جسے شر و فساد سے پاک کرنا ضروری ہے اور اس اعتبار سے جہاد کا "نشانہ" اقوام یا افراد نہیں بلکہ کفر والحاد" اور ان کی فتنہ انگیزیاں ہیں جو اقوام عالم کے عادات واطوار بگاڑ کر انہیں نرا حیوان بنا دینا چاہتی ہیں اور ان بے خدا نظاموں نے آج پوری دنیا کو ایک جہنم کدہ بنا کر رکھ دیا ہے لہذا ان فتنوں کے خلاف سینہ سپر ہو جانا موجودہ دور کا سب سے بڑا جہاد ہے۔

موجودہ دور کے یہ سماجی و تمدنی فتنے چونکہ الحاد لادینیت یا بے خدا تہذیب کا لازمی نتیجہ ہیں، لہذا ان الحادی فتنوں کے خاتمے کے لئے سب سے پہلے فکری و نظریاتی حیثیت سے ان الحادی نظریات اور ان کے نظاموں پر تیشہ چلانا ضروری ہے ورنہ ان زور ٹوٹ نہیں سکتا۔ ظاہر ہے کہ محض ڈالیوں کو چھانٹ دینے سے دوبارہ شاخیں پھوٹ سکتی ہیں۔ لہذا ان نظاموں کی جڑوں کی اکھاڑ پھینکنا ضروری ہے۔ اور اس مقصد کیلئے عقلی دلائل کی بنیاد پر ایک جوابی فلسفہ تیار کر کے ان الحادی نظاموں کا خاتمہ کرنا اور علمی میدان میں انہیں شکست دینا ضروری ہے۔

مسلمان جہاد کس طرح کریں:

موجودہ الحاد و لادینیت اور بے خدا تہذیبی فتنوں کے خلاف جہاد کس طرح کیا جائے؟ اور مختلف

قوموں کے جبر و استحصال اور ظلم و جور کا مقابلہ کیسے ہو؟ تو یہ بہت اہم سوالات ہیں اور ان کا جواب بھی قرآن اور حدیث کے ابدی احکام میں موجود ہے۔ چنانچہ اس راہ میں کام کرنے کی دو نوعیتیں ہیں:

پہلی یہ کہ سماجی اور تمدنی برائیوں کا استیصال اور دوسرے فکر و فلسفہ یا عقائد کی دنیا میں شر و فساد کا خاتمہ 'تاکہ "پورا دین اللہ کا ہو جائے"۔

اس لحاظ سے جہاد تک سماجی برائیوں اور تمدنی رخنوں کا تعلق ہے تو ایک مشہور حدیث ہے کہ تم میں سے جو کوئی کسی برائی کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے۔ اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو پھر زبان سے اس کی مذمت کرے۔ یہ خطاب افراد امت سے بھی ہے اور مسلم حکومتوں سے بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ان دو زریں اصولوں کے مطابق کسی برائی کو روکنے کے لئے پہلے نمبر پر "قوت" کی ضرورت ہے اگر مسلمان اتنی قوت رکھتے ہوں تو وہ ایسا ضرور کر سکتے ہیں۔ اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو پھر زبان یا قلم کے ذریعہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر انسانی و اخلاقی اقدار کی بحالی کے لئے علم جہاد بلند کر سکتے ہیں۔ چنانچہ آج لٹریچر اور میڈیا کا زمانہ ہے 'اس لئے اس میدان میں آج مسلمانوں کو "لٹریری جہاد" کی تیاری کرنی چاہیے۔ اور یہ مسلمانوں کا ایک دینی و شرعی فریضہ ہے جسے کسی بھی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

قرآنی ہدایت اور اس کے دلائل:

اب جہاں تک فکری و اعتقادی شر و فساد کو ختم کرنے کا تعلق ہے تو وہ پرامن تبلیغ کے ذریعہ اسلامی نظام حیات برپا کرنا اور اللہ کے احکام کو بندوں پر نافذ کرنا ہے۔ اور اس راہ میں کسی پر ظلم و زیادتی کرنا شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "دین میں کسی طرح کی زبردستی نہیں ہے" (بقرہ ۲: ۲۵۶)

یہ دعوتی جہاد ہے جسے حدیث نبوی میں "قولی جہاد" کہا گیا ہے۔ اور اس کی تفصیل آگے آرہی ہے یہ دعوتی یا قولی جہاد چونکہ اسلام کا دائرہ بڑھانے کی غرض سے ہے تاکہ اس کے ذریعہ کفر و الحاد کا خاتمہ ہو سکے 'اس لئے اس کا انداز نوع انسانی کو متاثر کرنے والا ہونا چاہیے۔ کیونکہ پوری نوع انسانی اسلام کی نظر میں "امت دعوت" ہے اور مسلمان شرعاً پوری نوع انسانی کے لئے داعی بنا کر بھیجے گئے ہیں اور اسلام کا پیغام بھی دنیا کے تمام انسانوں کے لئے ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ارشاد باری ہے: "کہہ دو کہ اے لوگو میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔ (اعراف ۷: ۱۵۸)

اس لحاظ سے نوع انسانی کو اسلام کی خوبیوں 'اس کے عقلی محاسن اور اس کے علمی دلائل کے ذریعہ متاثر کرنا ہے 'کیونکہ مجرد وعظ و نصیحت موجودہ دور کے لئے کارگر نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے قرآن عظیم کو ہر قسم کے علمی و عقلی دلائل سے مزین کر دیا گیا ہے تاکہ وہ نوع انسانی کی ہدایت و رہنمائی کا باعث بن سکے۔ جیسا کہ اللہ

کا فرمان ہے : ”یہ قرآن (دنیا کے) تمام لوگوں کے لئے ہدایت ہے اس میں ہدایت کے واضح دلائل موجود ہیں اور وہ حق و باطل میں تمیز کرنے والا ہے۔(بقرہ : ۱۸۵)

اس آیت کریمہ کی رو سے قرآن کی اصل ہدایت اس کے علمی دلائل و براہین ہیں جو نوع انسانی کو راہ راست پر لانے کی غرض سے ہیں۔ لہذا ان دلائل کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وہ دلائل ہیں جو حق و باطل میں تمیز کرتے ہوئے دنیائے انسانیت کو نئی روشنی دکھانے والے ہیں۔ لہذا ان دلائل کو منظر عام پر لانا اور عالم انسانی کے لئے ہدایت کا سامان بہم پہنچانا حاملین قرآن کی ذمہ داری ہے۔

سب سے بڑا جہاد قرآن کے ذریعہ :

بہر حال حاملین قرآن کو کتاب الٰہی میں مذکور انہی تمام علمی و عقلی دلائل کے ذریعہ اسلام کی دعوت دینے کی تاکید کی گئی ہے چونکہ اللہ تعالیٰ خالق عالم ہونے کی حیثیت سے قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی ”عقلیت“ اور ذہنیت“ سے بخوبی واقف ہے‘ اس لئے اس نے اپنی کتاب حکمت میں ہر دور کی ”ضرورت“ کے مطابق ہر قسم کے دلائل و براہین رکھ دیے ہیں جن کے ذریعہ عالم انسانی کے غلط افکار و نظریات اور اس کے بے بنیاد فلسفوں کا توڑ ہو سکتا ہو اب یہ حاملین قرآن یا علمائے اسلام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس صحیفہ حکمت میں غور و خوض کر کے ہر دور کی ذہنیت کے مطابق ان دلائل کو منظر عام پر لائیں اور یہ حاملین قرآن کے ذمہ ایک شرعی فریضہ ہے اور اسی طریقہ دعوت کو قرآن عظیم میں ”بڑا جہاد“ کہا گیا ہے‘ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے :

اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے (لیکن ہم نے ایسا کرنے کی بجائے ایک جامع کتاب بھیج دی ہے جو تمام بستیوں کی ہدایت کے لئے کافی ہے) لہذا تو منکرین خدا کی بات مت مان‘ بلکہ قرآن کے ذریعہ بہت بڑا جہاد کر“ (فرقان : ۵۲۔۵۳)

جس سورہ میں یہ آیات مذکور ہیں اس کا نام ہی ”فرقان“ ہے یعنی حق و باطل میں تمیز کرنے والی کتاب۔ اور سورہ کی ابتدا اس طرح کی گئی ہے : ”بڑا ہی بابرکت ہے وہ جس نے اپنے بندہ پر فرقان (حق و باطل میں تمیز کرنے والی کتاب) نازل کر دی‘ تاکہ وہ سارے جہاں کو متنبہ کر سکے“ (فرقان : ۱)

ان آیات کے ذریعہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ قرآن عظیم ایک عالمگیر صحیفہ ہے جو دنیا کے تمام انسانوں کو بیدار کرنے کی غرض سے نازل کیا گیا ہے اسی بنا پر اس میں ہر دور کے لحاظ سے دلائل ہدایت یا دلائل ربوبیت مذکور ہیں انہی دلائل کے ذریعہ عالم انسانی راہ راست پر آسکتا ہے۔ لہذا ان خدائی دلائل کو اجاگر کر کے عالم انسانی کی ہدایت و رہنمائی کا سامان فراہم کرنا خود قرآن عظیم کی تصریح کے مطابق بہت بڑا جہاد یا سب سے بڑا جہاد ہے۔ اور یہ فریضہ رسول اکرم ﷺ کے توسط سے دنیا کے تمام مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے۔

ان تصریحات سے بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ قرآن عظیم کیا ہے اور کس پایہ کی کتاب ہے مگر اس کے باوجود اگر ہم نے اس صحیفہ حکمت میں غور و فکر کر کے نوع انسانی کی ہدایت و رہنمائی کرنا چھوڑ دیا ہے تو اس میں قصور کس کا ہے ؟ قرآن عظیم تو سارے جہاں کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے مگر حاملین قرآن اسے محض "کتاب تلاوت" سمجھ کر بے سوچے سمجھے اسے رٹنے اور اس کے "فضائل" بیان کرنے ہی میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ طرز عمل نہ صرف کتاب الٰہی پر زیادتی ہے بلکہ اس طرز عمل کے ذریعہ نوع انسانی کی گمراہیوں میں مزید اضافہ کرنا بھی ہے اور اس کے ذمہ دار خود مسلمان ہیں۔

قرآنی دلائل اور الحادی فلسفے

اب جہاں تک قرآنی دلائل کی نوعیت کا تعلق ہے تو وہ ہر دور کی "ذہنیت" اور اس کے تقاضوں کے مطابق مختلف ہو سکتے ہیں۔ یہی اس کتاب حکمت کا سب سے بڑا اعجاز ہے۔ مگر قرآن کا سطحی علم رکھنے والوں کو اسی میں اشکال پیش آتا ہے اور وہ نئے دور کے تقاضوں کے مطابق کتاب الٰہی کے کمال کو سمجھنے سے عاجز ہو جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ہر دور میں ایسے علماً کو پیدا کرتا رہا ہے جو نئے ادوار کے تقاضوں کے مطابق اس کی نئی نئی تفسیریں کرتے رہے ہیں جیسا کہ ہمارا ذخیرہ تفسیر اس کا شاہد ہے۔

غرض آج سائنسی علوم اور جدید فلسفوں کا دور ہے اور فکری و نظریاتی اعتبار سے یہ علوم آج نوع انسانی کے اذہان پر چھائے ہوئے ہیں جن کی بنیاد الحاد و لادینیت پر ہے اس اعتبار سے آج الحاد و لادینیت کے جراثیم کو ان علوم سے نکال باہر کرنا وقت کا سب سے بڑا جہاد ہے اور یہ جہاد آج قرآن عظیم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہی کامیاب ہو سکتا ہے۔ اور یہ علمی واستدلالی جہاد ہے جس کا خاکہ و نقشہ اس کتاب عظیم میں مذکور ہے۔

مگر اس سلسلے میں کتاب الٰہی کا کمال اور اس کا زبردست اعجاز یہ ہے کہ قرآن حکیم میں مذکور اس کے لبدی حقائق اور آفاقی دلائل آج خود مادہ پرست اپنی تحقیقات اور اپنے ہی اکتشافات کے ذریعہ منظر عام پر لا رہے ہیں۔ گویا کہ وہ خود ہی کتاب الٰہی کے اعجاز کو نمایاں کرتے ہوئے اپنے ہی نظریات اور فلسفوں کی تردید کر رہے ہیں اور یہ خلاق عالم کی بہت بڑی حکمت و منصوبہ بندی ہے بہر حال ان خدائی حقائق و معارف کے ذریعہ جہاں ایک طرف قرآن عظیم کا علمی تفوق اور اس کی برتری ظاہر ہوتی ہے تو دوسری طرف مادہ پرستانہ نظریات اور الحادی فلسفوں کا خاتمہ بھی بخوبی ہو جاتا ہے۔

اللہ کی نشانیوں کا علم :

نظام کائنات کے یہ وہ حقائق ہیں جن کو خالق کائنات نے ایک منصوبہ بند عمل کے ذریعہ اپنی کتاب حکمت میں پہلے ہی سے درج کر رکھا ہے۔ اور جب تحقیقات جدیدہ کے تحت کوئی نئی علمی حقیقت منکشف ہوتی

ہے تو اس کے ذریعہ قرآنی حقائق کی تصدیق و تائید ہوتی ہے اس اعتبار سے خود تحقیقات جدیدہ کی رو سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اس کائنات میں ایک ایسی علیم و خبیر اور ازلی ہستی ضرور موجود ہے جو اس کائنات کے تمام "بھیدوں" سے واقف ہے' یہی خدا ہے۔ اس لحاظ سے آج سائنٹفک نقطہ نظر سے خداوند قدوس کا وجود ثابت ہو رہا ہے۔

قرآن عظیم کے یہ وہ ابدی حقائق ہیں جن کو قرآن کی اصطلاح میں "آیات" یا "خدا کی نشانیاں" یا دلائل ربوبیت کہا گیا ہے اور ان آفاقی دلائل کے ذریعہ آج خدائے عزوجل کا وجود ہی نہیں بلکہ اس کی خلاقیت' ربوبیت' بے مثال قدرت اور ہمہ دانی وغیرہ تمام صفات ازلی کا ثبوت علمی و سائنٹفک طریقے سے بخوبی منظر عام پر آرہا ہے' جو نوع انسانی کو متاثر ہی نہیں بلکہ مبہوت و ششدر بھی کر سکتا ہے اور اس نئے علم کو ہم "آیاتی علم" یا اللہ کی نشانیوں کا علم" بھی کہہ سکتے ہیں' اور یہ علم پوری نوع انسانی کیلئے حجت بن سکتا ہے۔ اسلیئے ارشاد باری ہے :

"ہم ان منکرین کو اپنی نشانیاں (دلائل ربوبیت) دکھاتے رہیں گے' انکے چاروں طرف اور خود ان کی اپنی ہستیوں (جسمانی نظاموں) میں بھی' تا آنکہ ان پر یہ حقیقت آشکارا ہو جائے کہ یہ کتاب برحق ہے" (حم سجدہ : ۵۳)

لہذا آج مسلمانوں پر یہ فریضہ شرعاً عائد ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی نشانیوں کے اس علم کے ذریعہ موجودہ دور کے سب سے بڑے جہاد کیلئے تیار ہو جائیں۔ واقعہ یہ ہے کہ کتاب الٰہی علمی حقائق و معارف سے لبریز ایک انوکھا اور حیرت انگیز صحیفہ ہے۔ اور اس بنا پر وہ آج بھی تر و تازہ اور پوری نوع انسانی کے لئے راہ ہدایت ہے اور اس بنا پر آج مادیت کی ماری ہوئی انسانیت کو اس کی سخت ضرورت ہے۔

اس بحث سے یہ بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ اسلام ایک خالص عقلی اور سائنٹفک مذہب ہے جو دلیل کی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے لوگوں کو غور و فکر کرنے اور اپنے رویہ کو سوچ بچار کے ذریعہ بدلنے کی دعوت دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ زور زبردستی کا قائل نہیں بلکہ اس کا سخت مخالف ہے کیونکہ دلیل واستدلال اور زور زبردستی دونوں ایک دوسرے کی ضد اور باہم متعارض ہیں اور یہ طریقہ دعوت مذہب میں ایک انوکھی اور نرالی چیز ہے۔ تاکہ اسلام کی ترقی خالص فطری اور عقلی بنیاد پر عمل میں آسکے۔

آغاز اسلام کا جہاد :

اوپر جہاد کی دو قسموں پر روشنی ڈالی گئی ہے : اول یہ کہ دنیا سے اخلاقی و سماجی برائیوں اور تہذیبی و تمدنی شر و فساد کا استیصال کرنا اور دوم یہ کہ اسلامی اقدار حیات کی ترویج و اشاعت کرنا ان دو قسم کے جہادوں سے دنیا میں فکری و اعتقادی اور معاشرتی و تمدنی نقطہ نظر سے عالم انسانی کو نہ صرف دنیا میں امن و امان اور چین و سکون حاصل

ہو سکتا ہے بلکہ وہ اسلام کی آغوش میں آکر آخرت کی زندگی میں بھی نجات حاصل کر سکتا ہے' جو دلائل و براہین کی رو سے ایک یقینی چیز ہے اسی وجہ سے اسلام انسان کے سامنے خدائی نظام حیات کا ایک پورا اور جامع فلسفہ پیش کرتا ہے غرض اسلام چونکہ دنیا کے تمام انسانوں کو راہ نجات دکھانے کا دعویدار ہے اس لئے وہ ہر ممکن طریقے سے انہیں صراط مستقیم یا خدا کے راستے پر گامزن کرنا چاہتا ہے۔ اسی غرض سے اس نے جہاد کا حکم دیا ہے آغاز اسلام میں جو جنگیں ہوئیں وہ اسی فکر و فلسفے کے تحت ظہور پذیر ہوئی تھیں جو اس دور کیلئے ایک موزوں طریقہ کار تھا کیونکہ اس دور میں لٹریچر اور میڈیا (ذرائع ابلاغ) کا رواج نہیں تھا۔ لہذا دور قدیم میں اقوام عالم کو اسلامی نظام حیات اور اس کی برکتوں سے روشناس کرانے اور دنیا سے ظلم و عدوان کو مٹانے کا وہی ایک واحد طریقہ تھا جسے آغاز اسلام میں اپنایا گیا چنانچہ اس دور میں اسلام جن جن ممالک میں بھی داخل ہوا وہاں کی رعایا اسے دل سے چاہنے لگی اور اکثر مقامات پر تو اس نے اپنی حکومتوں کے خلاف اہل اسلام کا ساتھ دیا اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے اس موقع پر زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

اسلام میں جہاد کی قسمیں :

جہاد کی کامیابی کے لئے چونکہ مال کی بھی ضرورت پڑتی ہے' خواہ وہ فتنہ و فساد کو مٹانے کے سلسلے میں ہتھیار کے ذریعہ ہو یا اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے اسلامی لٹریچر پھیلانے کی غرض سے۔ اس لئے اسلام نے اس راہ میں مال داروں کو بھی اس جہاد میں شامل ہونے کی ترغیب دی ہے اور انہیں مال خرچ کرنے پر ابھارتے ہوئے اس عمل کو بھی جہاد قرار دیا ہے کیونکہ اس کے بغیر کسی بھی قسم کا جہاد کامیاب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ قرآن میں مذکور ہے :

"اے ایمان والو کیا میں تمہیں ایسی تجارت سے آگاہ کروں جو تم کو (آنے والے) دردناک عذاب سے نجات دے سکتی ہو ؟" (تو وہ تجارت یہ ہے کہ) تم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان رکھتے ہوئے اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ذریعہ جہاد کرو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے' اگر تم (اس حقیقت کو) جان سکو" (صف : ۱۰۔۱۱)

اور ایک حدیث میں مذکور ہے کہ : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے مسلمانو تم مشرکین سے اپنے مالوں' اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ جہاد کرو" (ابوداؤد' نسائی' دارمی' مسند احمد)

اس اعتبار سے جہاد کی تین قسمیں ہو گئیں : مالی جہاد' بدنی جہاد اور قولی جہاد' مگر جہاد کی اصل قسمیں صرف دو ہی ہیں :

۱۔ بدنی جہاد جو شر و فساد کو دور کرنے کے لئے ہاتھ یا ہتھیار کے ذریعہ کیا جائے' جب کہ اس کی ضرورت پڑ جائے اسے عسکری جہاد بھی کہا جا سکتا ہے۔

۲۔ قولی جہاد جو زبان سے کیا جائے اور یہ پر امن تبلیغ کا نام ہے، جو جہاد کی اصل روح کے مطابق ہے اس لئے اصل جہاد یہی ہے جو دعوت اسلامی کا دوسرا نام ہے اور اس کے لئے وہ تمام ذرائع استعمال کئے جا سکتے ہیں جو اس کی کامیابی کے لئے ممکن ہو سکتے ہوں۔ آغاز اسلام میں لٹریچر یا کتب و رسائل کا رواج نہ ہونے کی وجہ سے زبان کے ذریعہ تبلیغ کرنا ہی دعوت اسلام کا واحد ذریعہ تھا۔ مگر آج کل چونکہ نشر و اشاعت کے طور طریقے بدل گئے ہیں اس لئے اب اسلام کی دعوت کیلئے کتابوں یا لٹریچر وغیرہ پر زیادہ انحصار ہو گیا ہے۔

اس موقع پر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ حدیث نبوی میں قولی جہاد کی جو بات کہی گئی ہے وہ اصل ہے قرآن کے ذریعہ جہاد کرنے کی، جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے چنانچہ "جہاد قولی" کی اس تائید میں ایک مزید حدیث اس طرح آئی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بڑا جہاد جابر بادشاہ کے سامنے انصاف کی بات کرنا ہے" (ترمذی)

اس لحاظ سے "جہاد بالقول" پر قرآن اور حدیث دونوں متفق اللفظ ہیں۔ اس کو ہم موجودہ دور کے تقاضے کے مطابق علمی و قلمی، جہاد بھی کہہ سکتے ہیں، کیونکہ آج یہ اشاعت علم کا ایک موثر ترین ذریعہ بن گیا ہے۔

علمی جہاد کی فضیلت واہمیت:

غرض لفظ "جہاد" وسیع معنی پر دلالت کرتا ہے اور اس کا استعمال زیادہ تر "دعوت اسلامی" پر ہوتا ہے چنانچہ اس کی ایک تعریف اس طرح کی گئی ہے: "قرآن میں لفظ جہاد کا اکثر استعمال دعوت اسلامی کی نشر و اشاعت اور اس کے دفاع میں بھرپور کوشش کرنے کیلئے ہوا ہے۔ واکثر ماورد الجهاد فی القرآن ورد مراداً به بذل الوسع فی نشر الدعوة الاسلامية والدفاع عنها (معجم الفاظ القرآن: ۲۲۶/۱ مطبوعہ مصر) اور اس کی ایک دوسری تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے "جہاد کافروں سے لڑنے کا نام ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ قول یا فعل کے ذریعہ اس راہ میں پوری طاقت صرف کی جائے" (النہایۃ فی غریب الحدیث، ۱/۳۱۹)

اس تعریف میں "قول، کی جو بات کہی گئی ہے وہ قولی یا علمی جہاد کا نام ہے۔ اور "فعل" کی جو بات کہی گئی ہے وہ بدنی یا ہتھیار کے ذریعہ جہاد کرنا ہے اور یہ دوسرے قسم کا جہاد زیادہ تر دفاعی ضروریات کے لئے ہوتا ہے، جب کہ اسلامی معاشرہ یا دعوت اسلامی کو خطرہ پیدا ہو جائے اور اس قسم کا جہاد چونکہ کبھی کبھار ہی ہو سکتا ہے اس لئے قولی یا دعوتی یا علمی جہاد ہمیشہ جاری رہنا چاہیے اس لحاظ سے دین میں دعوتی جہاد کی بڑی اہمیت ہے اسی لئے بعض علماء نے علمی جہاد کو بدنی جہاد سے افضل قرار دیا ہے، جیسا کہ امام جصاص رازیؒ نے صراحت کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ علمی جہاد اصل ہے اور بدنی جہاد اس کی ایک فرع ہے۔ اس اعتبار سے علمی جہاد افضل و اعلیٰ ہے (دیکھئے احکام القرآن: ۳/۱۱۹)

جہاد ایک دائمی فریضہ :

واضح رہے کہ جہاد شرعی حیثیت سے ایک دائمی فریضہ ہے جسے بغیر کسی انقطاع یا تعطل کے قیامت تک ہمیشہ جاری رہنا چاہیے اس کا مطلب یہ ہے کہ اوپر مذکور جہاد کی دو شکلوں جہاد بدنی (عسکری جہاد) اور جہاد قولی (علمی و قلمی جہاد) میں سے کسی ایک کو مسلمان اپنے دور کے تقاضے کے مطابق ہمیشہ ادا کرتے رہیں چنانچہ ایک حدیث کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے فرمایا :

" جہاد اس وقت سے (برابر) جاری ہے جب سے کہ اللہ نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے' یہاں تک کہ میری امت کا آخری شخص دجال سے جنگ نہ کرلے "(ابو داؤد : ۳ / ۴۰)

چنانچہ تاریخی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ جہاد بمعنی جنگ و جدل یعنی جہاد عسکری مکی دور میں فرض نہیں تھا۔ بلکہ وہ مدنی دور میں فرض ہوا اور مکی دور میں جو جہاد فرض تھا وہ جہاد کی پہلی شکل یعنی قولی یا "دعوتی جہاد" تھا جو پرامن تبلیغ کا نام ہے کیونکہ مکی دور میں مسلمان مغلوب تھے اور اس بنا پر وہ جہاد کی دوسری شکل (عسکری جہاد) پر عمل کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے لہذا ہر دور کے مسلمانوں کے لئے یہ دو نمونے ہیں کہ وہ ہر دور کے احوال و کوائف کے مطابق جو جہاد وقت کے لحاظ سے مناسب ہو اس پر عمل کر کے اپنا شرعی فریضہ ادا کرتے رہیں۔ اس اعتبار سے مسلمانوں کو جہاد سے منہ موڑنے کا کوئی موقع نہیں ہے' خواہ وہ کتنی ہی بے سر و سامانی کے عالم میں ہوں ان کیلئے ضروری ہے کہ ہر ملک اور ہر قوم میں اپنے وسائل کے مطابق اس فریضے کو انجام دیتے ہیں کسی بھی حال میں انہیں مایوس ہو کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اس کی راہ میں کام کرنے والوں کے لئے اپنے راستے کھول دے گا۔ " جن لوگوں نے ہمارے راستے میں جہاد کیا تو ہم ان کے لئے اپنی راہیں کھول دیں گے۔ اللہ یقیناً صحیح طریقے سے کام کرنے والوں کے ساتھ ہے "(عنکبوت، ۶۹)

چنانچہ ایک دوسری آیت میں مذکور ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو کسی کے دباؤ میں آکر ہاتھ روک لینا یا گھبرانا نہیں چاہیے۔ بلکہ بے خوف و خطر ہو کر اپنی جدوجہد جاری رکھنا چاہیے۔ ورنہ اس راہ میں کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ مجاہدین کی تعریف میں ارشاد باری ہے :

"وہ ایسے لوگ ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ کھائیں گے "(مائدہ، ۵۴)

لہذا موجودہ دور کے سب سے بڑے جہاد کو انجام دینے کے لئے آج تمام مسلمانوں کو متحد ہو جانا چاہیے ورنہ اس راہ میں کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔

علمی جہاد کی یہ فضیلت واہمیت اس بنا پر ہے کیونکہ یہ دعوت اسلامی کا فطری و عقلی طریقہ ہے 'جو بغیر کسی خون خرابے کے دلیل واستدلال کی بنیاد پر ظہور پذیر ہوتا ہے اسی بنا پر احادیث میں جہاد کی بہت بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اسے ایمان باللہ کے بعد سب سے بڑا عمل قرار دیا گیا ہے : چنانچہ رسول اللہ ﷺ سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے ؟ فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ اس پر پوچھا کہ پھر اس کے بعد کون سا عمل ہے ؟ فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری ۲/۴۱' مسلم ۱/۸۸)

اسی طرح ایک مرتبہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ اسلام کی بلند چوٹی اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے (مسند احمد : ۵/۲۴۵)

ایک اور موقع پر رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ "اللہ کی راہ میں جہاد کرو کیونکہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے"۔ (ایضاً ۵/۳۱۴)

جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ یا اللہ کی بات کو اونچا کرنا ہے 'خواہ وہ علمی جہاد ہو یا عسکری جہاد۔

مالی جہاد کی اہمیت :

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا اصل جہاد قولی اور بدنی جہاد ہی ہے مگر چونکہ اس میں کوئی بھی جہاد بغیر مالی وسائل کے کامیاب نہیں ہو سکتا اس لئے اس راہ میں مال و دولت خرچ کرنے کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ چنانچہ قرآن اور حدیث میں "مالوں" کے ذریعہ جہاد کرنے کی بہت زیادہ تاکید آئی ہے۔ مثال کے طور پر فرمان الٰہی ہے :

" سچے مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے اور (اس میں) کسی قسم کا شبہ نہ کیا پھر انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کے ذریعہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ (اپنے قول میں) سچے ہیں (حجرات : ۱۵)

مالی جہاد کی اس قدر اہمیت ہے کہ اگر اس راہ حسب ضرورت خرچ نہ کیا گیا تو اس کی وجہ سے اہل اسلام پر تباہی آسکتی ہے اسی بنا پر ارشاد الٰہی ہے : اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ (بلکہ اس راہ میں) حسن سلوک سے کام کرو 'کیونکہ اللہ حسن سلوک سے کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے" (بقرہ : ۱۹۵)

ایک اور موقع پر خدا کا فرمان ہے : "ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ جس نے سات بالیاں اگائی ہوں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جسے چاہتا ہے (اجر و ثواب بڑھا دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے (بقرہ : ۲۶۱)

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا شخص افضل ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ وہ مومن جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور اپنے مال کے ذریعہ جہاد کرتا ہے (بخاری ۳ ؟۲۰۱)

ایک دوسری حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (مومن وہ ہے) جس نے اپنے نفس اور مال کے ذریعہ اللہ کے راستے میں جہاد کیا" (نسائی ۶/۱۱)

جہاد نہ کرنے والوں کا انجام :

اوپر مذکور حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے تین طریقوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے : مالوں کے ذریعہ ' جسموں کے ذریعہ اور زبانوں کے ذریعہ۔ اس کو ہم مالی جہاد 'بدنی یا عسکری جہاد اور قولی یا علمی و قلمی جہاد کہہ سکتے ہیں۔ مالی جہاد کا مطلب یہ ہے کہ مجاہدین یا اس راہ میں جدو جہد کرنے والوں کی مالی امداد و اعانت کی جائے' خواہ وہ جہاد عسکری کیلئے ہو یا جہاد علمی کیلئے۔ اور اس طرح کی مالی امداد بھی جہاد کرنے ہی' کے برابر ہے جہاد کے یہ تین میدان ہیں اور امت کے ہر فرد کو ان میں سے کسی ایک میں اپنی صلاحیتوں کے مطابق شریک ہونا ضروری ہے ورنہ وہ شریعت مطہرہ کی رو سے ایک طرح کا منافق ہوگا۔ چنانچہ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ :

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے نہ تو کوئی غزوہ (جہاد) کیا اور نہ اس کے دل میں ایسی کوئی بات پیدا ہوئی تو وہ نفاق کی ایک حالت میں مرا"۔ (مسلم 'ابو داؤد' نسائی) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "جو شخص جہاد کا کوئی اثر لئے بغیر اللہ سے ملا تو وہ عیب دار ہو کر ملے گا" (ترمذی)

قرآن اور حدیث میں جہاد پر ابھارنے والے بے شمار احکام مذکور ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے واقعہ یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کی زندگی اور عروج و زوال کا دارومدار جہاد اور صرف جہاد پر ہے جہاد ہی ہماری کامیابی کا ضامن اور ہمارے تمام ملی و اجتماعی دکھوں کا مداوا اور واحد حل ہے۔ آج ہماری ملت پر جو نحوست طاری ہے اس کا واحد سبب جہاد سے منہ موڑنے کا نتیجہ ہے۔ لہذا ملت کو پھر سے سرگرم عمل بنانے کیلئے اس میدان میں کودنا ضروری ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جہاد ملت اسلامیہ کے لئے سراپا زندگی اور سراپا حیات ہے جب کہ ترک جہاد اس کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ آج عالم اسلام میں جتنے بھی مفاسد اور رخنے پیدا ہو گئے ہیں وہ سب جہاد سے منہ موڑنے اور اس سے لاپرواہی برتنے کا نتیجہ ہیں۔ جہاد سے روگردانی اغیار کی غلامی کا باعث ہے۔ لہذا ملت کی تعمیر نو کے لئے ہمیں دوبارہ اس میدان میں آگے بڑھنا ضروری ہے اور یہ اکیسویں صدی کے چیلنج کا صحیح جواب ہوگا۔

موجودہ دور کی ذہنیت کا مقابلہ :

سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی موجودہ تمام چیلنجوں کا واحد جواب ہے ان علوم میں ترقی کی بدولت مسلمانوں کو جہاں ایک طرف تمدنی' عسکری اور سیاسی میدان میں غلبہ حاصل ہو سکتا ہے تو دوسری طرف دینی و شرعی نقطہ نظر سے بھی انہیں برتری مل سکتی ہے پہلا میدان عمائدین ملت کا یا امرائے قوم کا ہے تو دوسرا میدان علمائے اسلام کا۔ جہاں تک تمدنی و عسکری ترقی کا تعلق ہے تو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ آج جو قوم سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں آگے ہیں وہی ترقی یافتہ کہلا سکتی ہے اور سیاسی اعتبار سے بھی اسے غلبہ اور تفوق

حاصل رہے گا اور جہاں تک دین و شریعت کو غالب کرنے کا سوال ہے تو آج علمی و فکری اعتبار سے جو دین کمزور ہو وہ جدید نظریات اور جدید فلسفوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا اگرچہ اسلام عقلی دلائل کے اعتبار سے دنیا کے تمام ادیان میں ممتاز ضرور ہے مگر اسے موجودہ فلسفوں کے مقابلے میں علمی و سائنسی نقطہ نظر سے ثابت کرنا ضروری ہے۔ صرف اپنے دین کی "برتری" کے گیت گا دینے سے موجودہ "عقل پرست" انسان کے ذہن و دماغ میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔ کیونکہ آج نوع انسانی کے ذہن پر سائنسی علوم کی ہیبت چھائی ہوئی ہے اور ان علوم کو وہ انسانیت کا کمال اور اس کی معراج تصور کرتے ہوئے دین و شریعت کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ "علم" صرف وہی ہے جو "سائنسی طریقے" سے ثابت ہو جائے اس بنا پر وہ دین و شریعت کو ایک ڈھکوسلہ یا دقیانوسیت کی نشانی قرار دیتے ہوئے غرور اور تکبر میں مبتلا ہے۔

اس اعتبار سے یہ عصر جدید کا سب سے بڑا چیلنج ہے جو آج اسلام کو درپیش ہے اور اس چیلنج کا صحیح جواب یہ ہے کہ علمائے اسلام جدی علوم و مسائل میں مہارت حاصل کر کے علمی و استدلالی حیثیت سے مادی نظریات اور الحادی فلسفوں کا رد و ابطال کر کے عالم انسانی کو الحاد و لادینیت کے چنگل سے بچائیں۔ تاکہ اس کے نتیجے میں خدا چہ ستی کا بول ہو یہی موجودہ دور کا سب سے بڑا جہاد ہے چنانچہ اس سلسلے میں اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے دین کو ضرور غالب کر کے رہے گا:

"وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے" (فتح: ۲۸)

دعوت دین نئے اسلوب میں:

چنانچہ اس آیت کریمہ کے مطابق اسلام کا علمی و استدلالی اور مادی و سیاسی دونوں میدانوں میں غلبہ و استیلا مطلوب ہے، جیسا کہ مفسرین نے تصریح کی ہے۔ علمی و استدلالی میدان میں غلبے کا مطلب یہ ہے کہ علمائے اسلام قرآن حقائق و معارف اور اس کے علمی دلائل و براہین کو جدید علوم کی روشنی میں آراستہ کر کے نوع انسانی کے موجودہ ذہن و مزاج کے مطابق پیش کریں اور اس کے لئے جدید اسلوب اپنائیں۔ آج اسلام کے محض "فضائل" بیان کرنے کا دور ختم ہو چکا ہے، جو عقل پرستوں کو اپیل نہیں کر سکتا۔ موجودہ دور "دلائل" اور وہ بھی سائنٹفک دلائل کا دور رہے۔ اسی بنا پر قرآن عظیم میں ہر دور کے احوال و کوائف سے نپٹنے کیلئے ہر قسم کے دلائل مذکور ہیں۔ لہذا اس کے باوجود اگر ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں تو یہ ہماری محرومی ہی نہیں بلکہ عالم انسانی کی بدنصیبی بھی ہے۔ قرآن عظیم کا پیغام ہر دور اور ہر خطہ ارض کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے: یہ سارے جہاں کے لئے ایک تذکرہ ہے" (ص: ۸۷)

کیا جدید علوم کی تحصیل واجب ہے؟

موجودہ دور چونکہ سائنسی دور کہلاتا ہے' اس لئے اگر یہ کتاب موجودہ دور کے احوال و مسائل سے نپٹنے میں خدانخواستہ ناکام ہو جائے تو پھر اس کی ابدیت و عالمگیریت پر حرف آسکتا ہے۔ لہٰذا موجودہ دور میں بھی اس کا ہادی اور ہنما ہونا ضروری ہے تاکہ اس کی علمی برتری اور اس کا اعجاز ہر دور میں ظاہر ہو سکے۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن عظیم موجودہ دور کے احوال و مسائل سے بھرا ہوا ہے مگر یہ ہماری کوتاہی ہے کہ ہم نے اس کتاب حکمت میں غور کرنا ترک کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کا حکم تو یہ ہے کہ ہر دور کے انسان سے اس کے "علوم و مسائل" کی زبان میں گفتگو کی جائے' تاکہ وہ دلیل واستدلال کے میدان میں ہتھیار ڈال دے۔ دیکھئے اس کتاب حکمت میں کس انوکھے طریقے سے حاملین قرآن کو جدید علوم و مسائل سے آراستہ ہونے کی دعوت دی گئی ہے:

"تو اپنے رب کے راستے کی طرف (لوگوں کو) حکیمانہ طریقے سے اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ ان سے بہترین طریقے سے مباحثہ کر"۔ (نحل: ۱۲۵)

مباحثہ کرنے کا مطلب ہے علمی گفتگو کرنا اور اس کے ذریعہ مخاطب یا مخالف دین کو متاثر کرنا۔ اور پھر اس میں "بہترین طریقے" سے مباحثہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ متکلم کو مخاطب سے بڑھ کر جدید سے جدید تر علوم میں دسترس حاصل رہنی چاہیے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ وہ بحث و مباحثے میں ہار جائے گا اس طرح حاملین قرآن کیلئے جدید علوم کی تحصیل واجب ہے اور اس میدان میں کم از کم اس صفت کی حامل ایک خصوصی جماعت کا وجود ضروری ہے' ورنہ پوری امت خرابی سے دوچار ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ دین الٰہی کے اس تقاضے کو کسی بھی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ جس کا تعلق دین کے غلبے سے ہے۔ تو کیا آج ہم اللہ کے اس حکم کی پیروی کر رہے ہیں؟ اگر نہیں کر رہے ہیں تو اس میں قصور کس کا ہے اور نوع انسانی کی اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے؟ اس لحاظ سے آج دین و شریعت کو علمی و استدلالی میدان میں جو نقصان پہنچ رہا ہے اس کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ اسلام تو ہمیشہ سے تازہ ہے اور ہمیشہ سدابہار رہے گا۔ آج مسلمانوں پر جو بھی نحوست طاری ہے وہ دعوت اسلامی یا جہاد سے کنارہ کشی اور ہماری لاپرواہی کا نتیجہ ہے۔

علمائے سابقین کا کارنامہ:

اس موقع پر یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اگلے دور کے علمأ نے دور قدیم کے "عصری علوم" یعنی منطق و فلسفے میں کمال حاصل کر کے ان علوم کا زور توڑ دیا تھا۔ چنانچہ امام غزالیؒ' امام رازیؒ' اور امام ابن تیمیہؒ نے اس سلسلے میں خصوصی کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اسی طرح موجودہ دور کے عصری علوم یعنی سائنس اور جدید فلسفے کا زور توڑنے کے لئے ان علوم میں مکمل دسترس حاصل کرنا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص ان

علوم اور ان کے مسائل سے آگاہ نہ ہو وہ ان کی خامیوں اور کمزوریوں پر متنبہ نہیں ہو سکتا۔ اس اعتبار سے ان علوم اور ان کے مسائل سے آگاہی "کلامی" یا فلسفیانہ نقطۂ نظر سے بہت ضروری ہے' تاکہ علمی اعتبار سے ان کا رد موثر انداز میں کر کے کلمہ الٰہی کو اونچا کیا جا سکے اور آج یہ کارنامہ جو شخص انجام دے گا وہ "مجدد دین" اور مجدد وقت کہلائے گا۔ لہٰذا اس میدان میں حاملین قرآن کو پوری طرح پیش قدمی کر کے اس میدان کو سر کرنے کی عملی جدوجہد کرنی چاہیے۔ قرآنی نقطہ نظر سے یہی سب سے بڑا جہاد ہے۔

ایک خصوصی جماعت کی تشکیل :

بات کچھ طویل ہو گئی۔ لیکن یہ تلخ نوائی ہماری امت کو جھنجھوڑنے کے لئے بہت ضروری ہے' تاکہ ہم نئے عزم حوصلے کے ساتھ اس میدان میں آگے بڑھ سکیں۔ اب ہماری امت کو بیدار کرنے کے لئے ایک نئی اور عوامی تحریک چلانا ضروری ہے اور اس کے لئے "نیا خون" درکار ہے۔ یعنی اس میدان میں صالح نوجوانوں کو تیار کیا جائے اور انہیں آگے بڑھایا جائے۔ کیونکہ کسی قوم یا ملت کا اصل سرمایہ نوجوان ہی ہیں۔ لہٰذا راقم سطور کی نظر میں موجودہ دور کے سب سے بڑے جہاد کو کامیاب بنانے کیلئے دو تجویزیں ہیں :

پہلی تجویز یہ ہے یہ کہ منتخب نوجوان علماً کو جدید علوم اور خاص کر سائنسی علوم کی تعلیم دی جائے' تاکہ وہ جدید علوم و مسائل میں دسترس حاصل کر کے ان علوم کی اہمیت وافادیت سے واقف ہو سکیں' تاکہ ان کے ذریعہ دلیل واستدلال کے میدان میں کام لیا جا سکے۔ یعنی ان علوم میں کمال حاصل کرنے کے بعد نئے نئے علمی دلائل ہمارے سامنے آئیں گے جن سے عصری ذہنیت کے مطابق مادہ پرستوں کے بے بنیاد نظریات کا توڑ ہو سکتا ہے اور "بحث و مباحثہ" میں اللہ کی بات کو غلبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خلاق عالم نے ہر دور کی غلط منطق کے توڑ کے لئے اپنی تخلیقات میں ایسے دلائل (آیات یا نشانیاں) رکھ چھوڑی ہیں جو الحاد پرور لوگوں کا رد وابطال کر سکتی ہیں۔ لہٰذا خدا کی ان آفاقی نشانیوں کو منظر عام پر لانا وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور یہ کار عظیم علماً ہی کے کرنے کا ہے اور وہی اسے انجام دے سکتے ہیں اس لئے علماً کی ایک خصوصی جماعت کو اس کارِ عظیم کیلئے تیار کرنا ضروری ہے تاکہ وہ اس راہ میں علمی جہاد کر کے پوری نوع انسانی کو بیدار اور متنبہ کر سکیں' جیسا کہ ارشاد باری ہے :

"بڑا ہی بابرکت ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان (حق وباطل میں تمیز کرنے والی کتاب) نازل کی' تاکہ وہ سارے جہاں کو متنبہ کر سکے" (فرقان :۱)

لہٰذا اس مقصد کے لئے بڑے بڑے دارالعلوموں میں طلبہ کے لئے بعد فراغت دو سالہ خصوصی کورس رکھا جائے' تاکہ وہ جدید علوم و مسائل سے آگاہ ہو کر اپنا شرعی فریضہ بخوبی ادا کرنے کے قابل بن سکیں۔ یا

پھر نوجوان علماً کو جدید علوم سے آراستہ کرنے کے لئے خصوصی مدرسے یا نئے قسم کے کالج قائم کئے جائیں۔ یہ ایک بنیادی عمل ہے جس کے بغیر اس راہ میں کامیابی محال ہے۔

بہر حال بعد فراغت نوجوان علماً کی ایک منتخب جماعت کو "جدید علم کلام" کے میدان میں کام کرنے کی سہولتیں فراہم کی جائیں۔ جدید علم کلام کا مطلب ہے فلسفیانہ نقطہ نظر سے اسلامی عقائد اور اس کی تعلیمات کی معقولیت عقلی دلائل اور عصری براہین کی روشنی میں ثابت کر کے اللہ کی بات کو اونچا کرنا یہی موجودہ دور کا اصل جہاد ہے اور یہ جہاد اس وقت تک جاری رہنا چاہیے جب تک وہ دین الٰہی پوری طرح غالب نہ ہو جائے ۔چنانچہ اس سلسلے میں ارشاد باری ہے :

"وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے اگرچہ مشرکین اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں"۔ (توبہ : ۳۳)

لہٰذا اس جماعت کی کامیابی کے لئے اسے ہر قسم کی سہولتیں فراہم کی جائیں اور اسے فکر معاش سے آزاد کردیا جائے تاکہ وہ پوری یکسوئی کے ساتھ کام کر کے موجودہ دور کے جہاد کو کامیاب بنا سکے یہ ہمارا ایک قومی وملی فریضہ ہے جسے شرعاً واجب قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور اس فریضے سے منہ موڑنا اپنی قومی وملی تباہی کو دعوت دینا ہے۔

جدید تعلیم یافتہ طبقے کی رہنمائی

اس سلسلے میں دوسری تجویز یہ ہے کہ جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کی دینی تعلیم کے لئے ایک سالہ اور دو سالہ خصوصی کورس مرتب کر کے ان کی ذہن سازی کی جائے' تاکہ وہ مغربی فلسفوں اور مادہ پرستانہ نظریات کے جال سے باہر نکل کر اسلام کی خوبیوں اور اس کے نظام حیات کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ پھر انہیں "کار خلافت" کے اسلامی نظریہ سے روشناس کرا کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں آگے بڑھایا جائے۔ اور اس مقصد کے لئے ملت کے چند مخلص لوگوں کو اپنی زندگیاں وقف کردینا چاہیے۔ ورنہ نتائج راتوں رات برآمد نہیں ہو سکتے۔

اس اعتبار سے کار خلافت کے دو میدان ہیں : ایک علمی ودعوتی اور دوسرا مادی وتمدنی۔ اور ان دونوں میدانوں میں بیک وقت پیش قدمی کی بدولت ہماری ملت کی تعمیر نو ممکن ہو سکتی ہے۔ اس طرح دو طرفہ علم کے ذریعہ ہم بتدریج دوبارہ "عرش خلافت" پر فائز ہو کر دنیا کی امامت پھر سے سنبھال سکتے ہیں یہی موجودہ دور کا سب سے بڑا جہاد ہے اور اسے آج "جہادی پیمانے" پر اور جہادی اسپرٹ کے ساتھ انجام دینے کی ضرورت ہے ورنہ اس راہ میں کامیابی ممکن نہیں ہو سکتی۔

جہاد اور نفاق فی سبیل اللہ .

جہاد کے لئے مال ضروری ہے ورنہ کسی بھی قسم کا جہاد کامیاب نہیں ہو سکتا۔ آج ہمارے تمام قومی و ملی امراض کا واحد علاج جہاد ہے۔ جہاد ہی میں ہماری زندگی اور ترک جہاد میں ہماری موت ہے۔ جہاد کی فضیلت و احکام کے مسائل سے قرآن اور حدیث بھرے ہوئے ہیں' جن میں مختلف اسالیب کے ذریعہ اہل اسلام کو اس میدان میں کودنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس سے لاپرواہی برتنے والوں کو اس کے ہولناک انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ چونکہ جہاد کی کامیابی کے لئے مال خرچ کرنا لازمی ہے اس لئے جو لوگ اس راہ میں مال خرچ کرنے سے بخل کرتے ہوئے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں وہ اپنی قومی و ملی تباہی کو دعوت دیتے ہیں' جو جہاد کے تقاضوں کے خلاف ہے اسی لئے ایک موقع پر فرمایا گیا ہے :

"اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو" (بقرہ، ۱۹۵)

ایک اور موقع پر اس راہ میں بخل سے کام لینے والوں کو ڈراتے ہوئے یہاں تک کہا گیا ہے کہ اس راہ میں ہاتھ روک لینے والوں کو اللہ تباہ کر کے ان کی جگہ کسی دوسری قوم کو لائے گا :

"ہاں تم دیکھو تم ہی وہ لوگ ہو کہ جب تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے تو تم میں سے کچھ لوگ بخل سے کام لیتے ہیں۔ تو (جان لو کہ) جو کوئی بخل کرتا ہے وہ اپنی ہی طرف سے کمی کرتا ہے' اللہ تو (تم سب سے) بے پراوہ ہے اور تم ہی (اس کے) محتاج ہو۔ غرض تم اگر (جہاد سے) منہ موڑو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو لائے گا۔ پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے" (محمد، ۳۸)

حرف آخر :

خلاصہ بحث یہ کہ جہاد کسی قوم یا کسی ملک کے خلاف کوئی جارحانہ کاروائی نہیں بلکہ اس کے ذریعہ ایک طرف دین الٰہی کی نشر و اشاعت کرنا اور اللہ کی بات کو اونچا کرنا ہے تو دوسری طرف دنیا بھر میں پھیلی ہوئی معاشرتی و تہذیبی برائیوں کو دور کرنا اور تمدنی و سیاسی جبر و استحصال یا مختلف قوموں کی لوٹ کھسوٹ کا خاتمہ کر کے خدائی عدل و انصاف قائم کرنا ہے' تاکہ مخلوقِ خدا امن و امان اور چین و سکون کا سانس لے سکے اس اعتبار سے جہاد کا پہلا نشانہ دین الٰہی کی تبلیغ ہے جو امر بالمعروف کا دوسرا نام ہے اور اس کا دوسرا نشانہ سماجی و تمدنی رخنوں کا سد باب ہے جو نہی عن المنکر کے تحت آتا ہے۔ ان دونوں اعتبارات سے اسلامی جہاد ایک خالص شرعی و اخلاقی فریضہ ہے۔

اس لحاظ سے جہاد کے دو بازو ہوئے : ایک امر بالمعروف یا دینی و انسانی قدروں کی ترویج و اشاعت' اور دوسرے نہی عن المنکر یا سماجی و تمدنی فتنوں کی روک تھام۔ چنانچہ پورا دین انہی دو چیزوں کا مجموعہ ہے اس نقطہ نظر

سے دین اسلامی کی تمام تعلیمات انہی دو چیزوں پر مشتمل نظر آتی ہے۔ اسی بنا پر دین میں ان دونوں امور کی بہت زیادہ تاکید آئی ہے اور ان کو انجام دینا ہر مسلمان کا ایک شرعی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ مگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو انجام دینے کے لئے جہادی اسپرٹ کے ساتھ اور جہادی پیمانے پر کام کرنا ضروری ہے' تب کہیں جا کر بہتر نتائج نکل سکتے ہیں۔

غرض تمام مسلمانوں کو ایک ہو کر اس میدان میں آگے بڑھنا چاہیے' تاکہ ہم نئی صدی میں نئے تقاضوں کے ساتھ قدم رکھ سکیں اور اس میدان میں اسلامی نظام حیات کو غالب کر کے عالم انسانی کو دونوں جہانوں کی سعادتوں سے مالا مال کر سکیں۔ یہی موجودہ دور کے لئے اللہ کا پیغام ہے اور اسی غرض کے تحت پیغمبر آخر زمان کو پوری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

"ہم نے آپ کو سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے" (انبیاء : ۱۰۷)

اللہ تعالیٰ چونکہ سارے عالم کا خالق ورب ہونے کے ساتھ رحمان اور رحیم بھی ہے اس لئے وہ اپنی مخلوق پر رحمدلی اور مہربانی کا مظاہرہ اپنے نظام عدل ورحمت کے ذریعہ کرنا چاہتا ہے' تاکہ مظاہرہ عالم اور نوع انسانی کے درمیان توازن پیدا ہو سکے۔ اور اس قسم کا "توازن" پیدا کرنے کی راہ میں جدوجہد کرنے ہی کا نام "جہاد" ہے۔ اور اس اعتبار سے ہر مسلمان ایک خدائی "فوجدار" ہے۔ جب تک مسلمان میں یہ احساس پیدا نہ ہو تو وہ "راکھ" کا ایک ڈھیر ہے۔

☆☆☆

سلسلہ مطبوعات موتمر المصنفین (۲۹)

اقتدار کے ایوانوں میں
شریعت بل کا معرکہ

(مولانا سمیع الحق)

ملک کی تاریخ میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کا روشن باب' ایوان بالا سینیٹ اور قومی سیاست میں نظام اسلام کی جنگ' آغاز' رفتار کار' صبر آزما مراحل کی لمحہ بہ لمحہ روئیداد اور مستقبل کے لائحہ عمل کے علاوہ خارجہ پالیسی' عورت کی حکمرانی' جہاد افغانستان اور اہم قومی وملی اور بین الاقوامی مسائل پر فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے۔

ملنے کا پتہ: موتمر المصنفین' دارالعلوم حقانیہ' اکوڑہ خٹک نوشہرہ